

اسرائیل کے قیام کا پس منظر اور اس کی حیثیت۔

عراق پر ہونے والے مظالم کی روح فرسا تاریخ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲ فروری ۱۹۹۱ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

میں نے گزشتہ خطبے میں ذکر کیا تھا کہ آئندہ انشاء اللہ دنیا کو مختلف پہلوؤں سے بعض

مشورے دوں گا جن کا آغاز امریکہ سے ہوگا۔

امریکہ کو سب سے پہلا مشورہ تو میں یہ دیتا ہوں کہ وہ بیرونی نظر سے بھی اپنے آپ کو دیکھنے کی کوشش کرے۔ صدر بش اس وقت جس قسم کے ماحول میں گھرے ہوئے ہیں اور جیسی تعریفیں اپنے اقدامات کی سن رہے ہیں ان کو ذہنی طور پر نفسیاتی لحاظ سے یہ ہوش ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے اقدامات اور اپنی پالیسیوں کا بیرونی نظر سے بھی جائزہ لے کر دیکھیں کہ دنیا میں ان کی کیا تصویر بن رہی ہے۔

جہاں تک امریکہ کا اپنا خیال ہے، صدر بش کا اپنا خیال ہے وہ سمجھتے ہیں کہ میں نے اب سب دنیا کو اپنی ایڑی کے پیچھے لگا لیا ہے اور اس سے وہ شکار یوں کا محاورہ Heel کرنا یاد آجاتا ہے جب بندوق کے شکاری کتوں کی مدد سے شکار کو نکلتے ہیں تو کتے کو ایڑی کے پیچھے لگانے کو Heel کرنا کہتے ہیں۔ تو وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے انگلستان کو بھی Heel کر لیا۔ دوسرے اتحادیوں کو بھی Heel کر لیا اور جس شکار پر نکلتے ہیں ان Heel ہوئے ہوئے ساتھیوں کے بعد اور بھی کچھ جانور ہیں جو اس شوق میں اور اس امید پر ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں کہ جب شکار ہوگا تو بچا کھچا ہمیں بھی

ملے گا۔ یہ صدر بش کا تصور ہے ان تمام اقدامات سے متعلق جواب تک کویت کے نام پر عراق اور مسلمان دنیا کے خلاف کئے جا چکے ہیں لیکن ایک اور پہلو سے دیکھیں تو یہ بھی کہا جاسکتا ہے اور یقیناً یہ کہنا زیادہ درست ہے کہ صدر بش سے زیادہ یا امریکہ سے زیادہ اسرائیل کو یہ حق ہے کہ یہ کہتے کہ ہم نے سب دنیا کو Heel کر لیا ہے اور امریکہ بھی ہمارے پیچھے اسی طرح چل رہا ہے جس طرح شکاری کے ساتھ کتے اس کی ایڑی کے پیچھے چلتے ہیں اور یہ تصویر زیادہ درست ہے اور دنیا اسی نظر سے ان سارے حالات کا جائزہ لے رہی ہے۔

زاویہ نظر بدلنے سے چیز مختلف دکھائی دینے لگتی ہے۔ ایک زاویہ امریکہ کا ہے، ایک دوسرا زاویہ ہے۔ میں اس کی چند مثالیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ امریکہ اور روس کے اتحادیوں کا خیال یہ ہے کہ اسرائیل ان کے تیل کے اور دیگر مفادات کا محافظ ہے اس لئے ہر قیمت پر ہمیں اسرائیل کو راضی رکھنا چاہئے خواہ اس کے نتیجے میں ساری دنیا ناراض ہو۔ اس کے برعکس اسرائیل کا بھی ایک نظریہ ہے اور وہ نظریہ یہ ہے کہ اگر تمام ایشیا کی رائے عامہ ہمارے مخالف ہو جائے تو اس کے باوجود ہمیں ایک مغربی ملک کا ساتھ زیادہ پسند ہوگا۔ پس امریکہ یہ سمجھ رہا ہے اور امریکہ کے اتحادی بھی کہ ان کو اسرائیل کی ضرورت ہے۔ واقعہً اسرائیل کے نقطہ نگاہ سے اسرائیل کو مغرب کی ضرورت ہے یہ کھیل کیوں اس طرح جاری ہے؟ کس مقام تک، کس انتہا تک پہنچے گا؟ اس سلسلے میں میں آپ کے سامنے بعض باتیں بعد میں رکھوں گا۔

جہاں تک تیل کے مفادات کا تعلق ہے امر واقعہ یہ ہے کہ جس طرح گہری نظر سے اسرائیل کے مزاج کے مطالعہ کا حق ہے یہ لوگ اس میں ناکام رہے ہیں۔ اسرائیل کا مزاج ایسا ہے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ تیل کے اتنا قریب رہتے ہوئے وہ بالآخر تیل پر حملے کی کوشش نہ کرے۔ تیل کا محافظ اسرائیل کو بنانا ویسا ہی ہے جیسے پنجابی میں کہا جاتا ہے کہ۔ دودھ دار اکھا بلاتے چھولیاں دار اکھا بکرا۔ سادہ سی مثال ہے مگر اس میں بہت گہری حکمت ہے۔ اگر چنوں کو بکروں کے سپرد کر دیا جائے کہ ان کی حفاظت کریں یا دودھ کو بلوں کے سپرد کر دیا جائے تو اس سے بڑی حماقت نہیں ہو سکتی۔ پس جن مفادات کی حفاظت اسرائیل کے سپرد کی جا رہی ہے ان مفادات کو سب سے زیادہ خطرہ اسرائیل سے ہے اور آخر بات وہیں تک پہنچے گی اگر اس وقت دنیا نے ہوش نہ کی۔ لیکن ان امور کا بھی بعد میں نسبتاً

تفصیل سے ذکر کروں گا۔

اسرائیل ایک اور بات اپنے مغربی اتحادیوں، خصوصاً امریکہ کے کان میں یہ پھونک رہا ہے کہ اس علاقے میں امن کے قیام کا صرف ایک ذریعہ ہے، ایک حل ہے اور وہ یہ ہے کہ یہاں ناصروں اور صداموں کی پیداوار کو ختم کر دیا جائے۔ جب تک اس علاقے میں ناصر پیدا ہوتے رہیں گے اور صدام پیدا ہوتے رہیں گے کبھی اس علاقے کو امن نصیب نہیں ہو سکتا۔ اس پیغام کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ عرب کے زندہ رہنے کی اور آزادی کی روح کو بچل دیا جائے اور فلسطین کی حمایت کے تصور کو بچل دیا جائے اور یہ وہ نظریہ ہے جس کو مغرب عملاً تسلیم کر چکا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ حقیقت میں یہ مظالم ناصروں اور صداموں کی پیداوار نہیں بلکہ وہ مظالم کی پیداوار ہیں۔ ایک ناصر کو مٹانے کے لئے جو مظالم انہوں نے مصر پر اور دیگر مسلمان ممالک پر کئے تھے آج صدام اُن کی پیداوار ہے اور نفرت کے نتیجے میں ہمیشہ نفرت اگتی ہے اور کبھی نیم کے درخت کو بیٹھے پھل نہیں لگا کرتے۔ پس بالکل الٹ قصہ ہے جب تک آپ عربوں سے ناانصافی کرتے رہیں گے، عربوں پر مظالم توڑتے رہیں گے ایک کے بعد دوسرا ناصر اور ایک کے بعد دوسرا صدام پیدا ہوتا رہے گا اور یہ تقدیر الہی ہے جس کا رخ آپ نہیں بدل سکتے۔ آپ نے عراق پر اب تک جو بمباری کی ہے وہ اتنی ہولناک اور اتنی خوفناک ہے کہ جنگ عظیم کی بمباریاں اس کے مقابل پر کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

جنگ عظیم میں ۶ سالوں میں تمام دنیا میں جتنے بم برسائے گئے وہ ۲۷ لاکھ ٹن تھے اور صرف عراق پر ایک مہینے سے کچھ زائد، پانچ ہفتوں میں جتنے بم گرائے گئے ہیں وہ ۱۲۰-۱ (ڈیڑھ) لاکھ ٹن ہیں۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ کتنی شدت کے ساتھ یہاں مظالم کی بوچھاڑ کی جا رہی ہے۔ انسانی فطرت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ یہ بم صدامیت کو مٹا نہیں رہے بلکہ لاکھوں نوجوانوں کے دل میں خواہ وہ عرب ہوں یا غیر عرب مسلمان ہوں مزید صدام پیدا کرنے کی تمنا پیدا کر رہے ہیں۔ بہت سی ایسی نوجوان نسلیں ہیں جو آج ان حالات کو دیکھ رہی ہیں اور ان کے رد عمل میں ان کے دل فیصلہ کر چکے ہیں کہ ہم نے کل کیا کرنا ہے۔ پس بموں کی بوچھاڑ سے یہ اگر بیٹھے پھلوں کی توقع رکھیں تو اس سے بڑی جہالت ہونہیں سکتی۔ نفرتیں ہمیشہ نفرتوں کو پیدا کرتی ہیں۔

نفرت کی وجہ کیا ہے؟ جب تک وہاں نہیں پہنچیں گے۔ کون سی نفرتیں ہیں جنہوں نے

ناصر اور صدام پیدا کئے جب تک ان کا کھوج نہیں لگائیں گے اور ان کی بیخ کنی کی کوشش نہیں کریں گے اس علاقے کو امن نصیب نہیں ہو سکتا۔

جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے اور حقائق اس بات کے گواہ ہیں، دراصل اسرائیل کا قیام ہی تمام نفرتوں کا آغاز ہے، تمام نفرتوں کی جڑ ہے اور اسرائیل کے قیام کے تصور میں جنگیں شامل ہیں اور یہ بات جو میں کہہ رہا ہوں یہ اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا بلکہ David Ben Gurion جو اسرائیل کے بانی مبنی ہیں، ان کا یہ دعویٰ ہے میں اس کا اقتباس پڑھ کر سناتا ہوں۔ Making of Israel میں صفحہ 55 پر Games Cameron لکھتے ہیں:-

"For Ben-Gurion the word, state, had now no meaning other than an instrument of war"

اسرائیل کے حصول کے بعد Ben-Gurion کے تصور میں اب ریاست کے کوئی اور معنی نہیں رہے

سوائے جنگ کے "I can think of no other meaning now, he said" یعنی Ben-Gurion نے کہا

"I feel that the wisdom of isreal now is that to wae war, that and nothing else, that and only that"

میں یقین رکھتا ہوں کہ اب اسرائیل کی حکمت اور اس کی عقل کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ جنگیں

کرے اور اس کے سوا اور کوئی خلاصہ نہیں جنگ اور جنگ اور جنگ۔

اس عبارت کو پڑھ کر مجھے Coleridge کی دو سٹریں یاد آ گئیں جو اس نے اپنی مشہور نظم

Kubla Khan میں Kubla Khan کے متعلق لکھیں۔ Kubla Khan کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے۔

And, mid this tumult kubla heard from far

ancestral voices propngsuing war!

اس غلغلے میں، اس شور اور ہنگامے میں Kubla نے دور سے آتی ہوئی اپنے آباؤ اجداد کی

آواز سنی جو جنگ کی پیشگوئی کر رہی تھی۔

Kubla نے وہ آواز سنی یا نہیں سنی لیکن David-ben Gurion نے یقیناً Zion Hill سے بلند ہوتی ہوئی یہ آواز سنی ہے کہ اسرائیل! آج کے بعد تمہارے قیام کا مقصد صرف ایک ہے اور صرف ایک ہے اور صرف ایک ہے کہ جنگیں کرتے چلے جاؤ اور تمام دنیا کو جنگ میں جھونکتے چلے جاؤ۔ اس کے بغیر اسرائیل کا اور کوئی مفہوم نہیں ہے۔ پس اس اسرائیل کی تائید میں امریکہ اور اس کے اتحادی اپنے آپ کو خواہ کسی دھوکے میں مبتلا رکھیں اس اسرائیل کی تائید کے بعد کسی امن کا تصور ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ اسرائیل کی سرشت میں داخل ہے ان کی تعریف میں داخل ہے کہ اب ساری دنیا کو ہمیشہ جنگوں میں جھونکنا ہے اور کیوں جھونکنا ہے؟ اس سلسلہ میں میں آخر پر اس راز سے پردہ اٹھاؤں گا اگرچہ یہ کوئی خاص بڑا راز بھی نہیں۔

اسرائیل کی جنگی تیاریوں کا جہاں تک تعلق ہے، اب تک دنیا کو یہ بتانے کی کوشش کرتے رہے ہیں کہ عراق کے لئے اتنا بڑا خطرہ ہے کہ وہ ہٹلر ہے، وہ Natsiism کی ایک نئی نمود ہے نئی شکل میں Natsiism ظاہر ہوا ہے حالانکہ عراق کا یہ حال ہے کہ خود ایک مغربی مبصر نے لکھا کہ اس کو تم ہٹلر کہہ رہے ہو جو آٹھ سال تک ایران جیسے ملک پر قبضہ نہیں کر سکا اور ہٹلر نے آناً فاناً سارے یورپ میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ اس سے تمہاری روحمیں کا نپتی تھیں، وہ برلن سے اٹھا ہے اور لینن گراؤ کے دورانے کھٹکھٹا رہا تھا اور ادھر اس کے راکٹ تمہارے لندن شہر پر برس رہے تھے اور تم کس منہ سے صدام کو ہٹلر کہہ رہے ہو جس کے اوپر تمہارے راکٹ برس رہے ہیں کیسا جاہلانہ تصور ہے۔ ایک سکڈ میزائل بھی نہیں بنا سکتا۔ گن رہے ہیں کہ کتنی باقی رہ گئی ہیں اور جو بیونڈ اس پر لگایا تھا تا کہ اس کی Range بڑھ جائے وہ ایسا بے ہودہ سا بنا ہوا ہے بیچارہ جس طرح ہمارے لوہارے ترخانے کام ہوتے ہیں کہ اس پر یہ گرے ہوئے پر مذاق اڑا رہے تھے کہ یہ تو حال ہے عراق کا، ہم سے جنگ کی باتیں کرتا ہے Scud Missile میں صحیح طریق پر ایک تھوڑے سے ٹکڑے کا اضافہ بھی نہیں کر سکتا یہ ہٹلر ہے اور اسرائیل کے ایک جرنیل نے یہ دعویٰ کیا بلکہ یہ کہتا ہے کئی جرنیل یہ دعوے کر چکے ہیں۔

"Israel Generals have often boasted that they could take on all the arab armies at the same time and still destroy them, and the chief of staff has even claimed that

آنکھیں ڈال کر زنج کیا گیا اور بڑے ظلم اور سفاکی کے ساتھ نیزوں میں پرویا گیا اور دوسرے طریقوں پر ہلاک کیا گیا اور ایک ذی روح کو وہاں زندہ نہیں چھوڑا گیا۔ ہزار ہا اگر نہیں تو سینکڑوں ایسی بستیاں ہیں جنہیں کلہیہ خاک سے ملا دیا گیا۔ کوئی ایک عمارت بھی کھڑی نہیں چھوڑی گئی۔ صرف 77ء کے ایک حملے کے دوران اڑھائی لاکھ فلسطینی بے گھر کئے گئے اور یہ سارے امور ایسے ہیں جن کے متعلق مغرب خاموش ہے اور آنکھیں بند کئے ہوئے ہے۔

پس عرب ہوں یا دوسرے مسلمان ہوں، وہ حیرت سے دیکھتے ہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیوں ایک طرف سے ظلموں کے انبار کھڑے کئے جا رہے ہیں، طوفان مچائے جا رہے ہیں اور مقابل پر کوئی حس نہیں ہے۔ کوئی ایسا انسان نہیں ہے جو انصاف کے ساتھ اسرائیل کو مخاطب کر کے کہے کہ آج تم نے انسانی ظلموں کی تاریخ میں ایسے ابواب کا اضافہ کیا ہے جس سے انسانی ظلموں کی تاریخ کو شرم آتی ہے لیکن ان سب ظلموں سے چشم پوشی ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں ساتھ ہیں لیکن وقت کی رعایت سے میں ان کو پڑھ نہیں سکتا۔ اگر موقعہ ہوا تو بعد میں چھپ جائیں گی۔

وحشت و بربریت کی تاریخ میں اسرائیل کی طرف سے جو سیاہ ترین باب ہے اس کا اضافہ 1982ء میں ہوا۔ انہوں نے لبنان پر حملے کا ایک منصوبہ بنایا، جس کا نام رکھا تھا Opration Peace for Galilee یعنی گیلیلی کی بستی کے لئے امن کے تحفظ کا منصوبہ۔ اس ضمن میں David Gilmour اپنی کتاب Dispossessed میں جو نقشہ کھینچتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسرائیل نے گیلیلی سے متعلق جو یہ منصوبہ بنایا، امر واقعہ یہ ہے کہ یہ اس منصوبے کے لئے یہ بہانہ پیش کرتے ہیں کہ ہم نے اپنے تحفظ کے لئے لبنان کے جنوب سے فلسطینیوں کے حملے کی روک تھام کی خاطر اور ان کے مسلسل حملوں سے تنگ آ کر یہ منصوبہ بنایا۔ مصنف لکھتا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ جولائی 1981ء میں فلسطینیوں کا اور اسرائیلیوں کا ایک امن کا معاہدہ ہوا Gilmour لکھتا ہے کہ جولائی 1981ء سے لے کر مئی 1982ء تک جب اسرائیل نے لبنان پر حملہ کیا ہے اس وقت تک فلسطینیوں سے اس معاہدے کی ایک بھی خلاف ورزی نہیں ہوئی۔ اس تمام عرصہ میں کسی فلسطینی نے اسرائیل پر لبنان سے کوئی حملہ نہیں کیا دوسرے وہ کہتا ہے کہ گلیل کو لبنان کی طرف سے کبھی بھی کوئی خطرہ درپیش نہیں ہوا۔ تیسرے وہ کہتا ہے کہ 1982ء سے بہت پہلے وہ ان کے حوالوں سے ثابت

کرتا ہے کہ یہ منصوبہ تیار تھا اس لئے بعد میں جو فرضی بہانے گھڑ رہے ہیں ان کی اس لحاظ سے بھی کوئی حقیقت نہیں کہ ان بہانوں کی جو تاریخیں ہیں ان سے بہت پہلے ثابت شدہ حقیقت ہے کہ یہ منصوبہ بنا چکے تھے۔

چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ 1982ء میں جبکہ بیروت پر بمباری شروع کی گئی تو وہ بمباری اتنی خوفناک تھی کہ دن رات ان کی توپیں بیروت سے باہر مسلسل ان پر گولے برسار ہی تھیں اور سمندر سے ان کے جہاز جن پر بہت ہی خوفناک توپیں تھیں ان توپوں سے ان پر آگ برسار ہے تھے۔ دن رات مسلسل مکانوں پر مکان منہدم ہوتے چلے جا رہے تھے اور لوگ مرتے چلے جا رہے تھے اور کوئی شخص نہیں تھا کوئی آواز نہیں تھی دنیا میں جو مظلوم فلسطینیوں کے حق میں اٹھتی ہو مغرب بھی خاموش تھا اور بد قسمتی کی انتہا یہ ہے کہ خود عرب بھی خاموش تھے اور اس وقت تک اسرائیل کا اس قدر رعب پیدا ہو چکا تھا اور اس کے Terror سے اتنے خوف زدہ تھے کہ کسی عرب ملک نے اس کے خلاف آواز نہیں اٹھائی اور بمباری کے نتیجے میں چودہ ہزار آدمی وہاں مرے اور بیس ہزار سے زائد زخمی ہوئے اور لاکھوں انسان بے گھر ہو گئے۔

یہ 1982ء کی اس بمباری کا خلاصہ ہے بعض جو اخباروں نے شائع کیا ہے آپ نے شاید سنا ہوگا کہ جنگ عظیم کے آخر پر جب جرمنوں نے انگلینڈ پر اور ^{بیلجیئم} پر V-2 راکٹ چھوڑے تھے اور اس کے ذریعے بمباری کی تھی تو اس دور کو اس جنگ کا سب سے زیادہ ہولناک اور دردناک دور بیان کیا جاتا ہے انگلستان کی طرف سے بار بار مختلف وقتوں میں مختلف سالوں میں ٹیلی ویژن پر اور دوسرے پروپیگنڈے کے ذریعے V-2 کی اس بمباری کے تذکرے چلتے رہتے ہیں اور اسے بھولنے نہیں دیا جاتا لیکن آپ حیران ہوں گے کہ اس V-2 کی بمباری کے نتیجے میں سارے انگلستان اور سارے ^{بیلجیئم} میں کل ساڑھے سات ہزار اموات ہوئی تھیں اور صرف بیروت میں اس بمباری کے نتیجے میں چودہ ہزار اموات ہو چکی تھیں۔ یہ سارے Terror کے واقعات ہیں جو کسی کھاتے میں شمار نہیں ہوتے اور کوئی مغربی طاقت ان کا نوٹس نہیں لیتی اور اسرائیل کے خلاف اس بارہ میں کوئی آواز بلند نہیں کرتی۔

جہاں تک اسرائیل کے وعدوں کا تعلق ہے یہ کہا جاتا ہے کہ اگر تم اسرائیل سے صلح کر لو تو

اسرائیل سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں یہ سب جھوٹ ہے اور اتنا بڑا جھوٹ ہے کہ اس کی مثال دنیا میں دکھائی نہیں دیتی۔ میں اعداد و شمار سے یہ بات ثابت کرتا ہوں کہ اسرائیل کے وعدوں کا اتنا اعتبار بھی نہیں جتنا دنیا کے سارے جھوٹوں کے مل کر کئے ہوئے وعدوں کا اعتبار کیا جاسکتا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ 1967ء کی جو جنگ عربوں پر ٹھوس گئی۔ یعنی وہ جارحانہ جنگ جس کے نتیجے میں عربوں کا ایک بہت وسیع علاقہ اسرائیل نے ہتھ لیا اس جنگ سے پہلے اسرائیل نے یہ اعلان کیا تھا کہ ہم عربوں کی زمین کا ایک فٹ قبضہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے اور ساری مغربی طاقتوں کو یقین دلادیا تھا کہ ہماری نیت ہی قبضہ کرنے کی نہیں ہے، ہم تو صرف فلسطینیوں کو ذرا مزہ چکھانے کے لئے ایسا کر رہے ہیں کہ اگر تم ہم پر حملوں سے باز نہ آئے اور تمہارے حمایتی اسی طرح جرأت کرتے رہے تو ہم اس قسم کی سزا دیں گے۔ یہ مقصد ہے صرف چنانچہ Levi Eshkol ہیں جنہوں نے 1967ء کی جنگ سے پہلے اسرائیل کی طرف سے یہ اعلان کیا تھا۔ یہ پرائم منسٹر تھے۔ کہتے ہیں۔

Israel, said the prime minister, had no intention of annexing even one foot of arab territory.

ایک فٹ بھی Arab Territory کا ہم نہیں لینا چاہتے یہ اسرائیل کے پرائم منسٹر کا اعلان تھا اس جنگ کے بعد آج تک جتنا رقبہ عربوں کا انہوں نے اپنے قبضہ میں کیا ہے اگر اس کو فٹوں میں بیان کریں تو وہ ۳۰ ٹریلین فٹ بنتے ہیں۔

Billions کی باتیں تو آپ سن چکے ہیں۔ ایک ہزار بلین کا ایک بلین بنتا ہے، ایک ہزار بلین کا ایک ٹریلین بنتا ہے تو ایک فٹ کے بدلے یہ ۳۰ ٹریلین یعنی ۳۰ ہزار ٹریلین Feet عرب رقبہ پر قابض ہو چکے ہیں۔ اس پر مجھے یاد آیا کہ ایک مغربی مصنف نے اسرائیل کی انتقامی کاروائیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ مجھے یہ بات تو سمجھ آ جاتی ہے کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت، ان کی مذہبی تعلیم ہے ایک آنکھ کے بدلے ایک آنکھ تو سمجھ میں آنے والی بات ہے لیکن ایک آنکھ کے بدلے 20 آنکھیں یا اس سے زیادہ کی سمجھ مجھے نہیں آتی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس مصنف نے اسرائیل کے رد عمل کے اعداد و شمار نہیں نکالے۔ اس وقت اسرائیل کا مذہب ایک کے بدلے 20 آنکھیں نہیں۔ بلکہ ایک آنکھ کے بدلے 20 ہزار یا 20 لاکھ آنکھیں ہیں اور جہاں تک وعدوں کا تعلق

ہے وہ منفی صورت میں ایک کے بدلے Trillions کی اعداد و شمار میں وعدہ خلافی کی جاتی ہے۔ یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے ابھی بات سنئے جب انہوں نے لبنان پر 82ء میں حملہ کیا جس کا میں مختصراً ذکر کر چکا ہوں تو اس حملے سے پہلے انہوں نے اسی طرح یہ اعلان کیا کہ ہم لبنان کی ایک انچ زمین بھی قبضے میں نہیں لینا چاہتے اور جب لبنان پر قابض ہو کر انتہائی مظالم کر کے ایک لمبے عرصہ تک اور بھی ایسے مظالم کئے جن کا میں نے ذکر نہیں کیا، آخر لبنان چھوڑا تو دریائے لتانی Litani River کے جنوب کا وہ سارا حصہ قبضے میں کر لیا جو شروع سے ہی اسرائیل کے منصوبے میں شامل تھا اور اس رقبہ کا انچوں میں رقبہ 8 ٹریلیون 830 بلین مربع انچ بنتا ہے۔ تو جب وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک فٹ بھی نہیں لینا چاہتے۔ تو مراد ہوتی ہے ہم 73 ٹریلیون لینا چاہتے ہیں اور جب وہ کہتے ہیں۔ ہم ایک انچ بھی نہیں لینا چاہتے تو مراد اس سے ہوتی ہے کہ 8 ٹریلیون 830 بلین (مربع انچ) زمین ہم لینا چاہتے ہیں اس پر مجھے خیال آیا کہ ان کی تاریخ کا حساب لگا کر دیکھیں کہ جب تورات میں یہ تعلیم نازل ہوتی تھی کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت تو اس وقت سے اب تک کتنا وقت گزر چکا ہے۔ سیکنڈز میں کر کے دیکھیں تو پھر اندازہ ہوگا ان کی نفسیات کا کہ ہر سیکنڈ یہ اس انتقام کی کارروائی کے جذبے میں کتنا اضافہ کرتے چلے جا رہے ہیں تو میں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ تورات کی تعلیم کے نزول سے لے کر آج تک تقریباً جو میں نے اندازہ لگایا ہے سالوں کو سیکنڈز میں تبدیل کر کے۔ 6 ٹریلیون 244 بلین 128 ملین سیکنڈ بنتے ہیں اب آپ اندازہ کریں کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانے سے آج تک 6 ٹریلیون 244 بلین اور 128 ملین سیکنڈ کا عرصہ گزرا ہے اس عرصہ میں ان کی وعدہ خلافیوں کی نسبت کتنی بڑھ چکی ہے ایک سیکنڈ کی رفتار سے بھی کئی گنا زیادہ رفتار سے یہ جھوٹ بول رہے ہیں اور اسی نسبت سے ان کی انتقام کی تمنا میں بڑھتی چلی جا رہی ہیں۔

لبنان کے اوپر ظلم و ستم کی جو بارش برسائی گئی اس کے متعلق صرف ایک اقتباس میں ایک مغربی مبصر کا آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں وہاں اس وقت کینیڈین ایمپسڈر (Theodore Argand) تھے۔ انہوں نے اس بمباری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ اس بمباری کو دیکھ کر 1944ء کی برلن کی بمباری یوں معلوم ہوتا تھا جیسا ایک Tea Party ہو رہی ہو یعنی اگر بمباری یہ ہے تو برلن پر جو نہایت خوفناک بمباری 1944ء میں کی گئی تھی وہ اس کے مقابل پر ایک Tea Party کی حیثیت

رکھتی تھی۔

بعض مبصرین نے بہت عمدہ تجزیہ کیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ محض PLO کے قتل عام کا منصوبہ نہیں تھا بلکہ فلسطین کی خودی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کا منصوبہ تھا اور خود Dr.Nanum Goldman جو

ZIONISM کے بانی مبنانی ہیں اور سا لہا سال تک **World Janish**

Confres اور World Zoinist organization کے صدر رہے ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ:-

The apparent aims is to liquidate, the palestinian

people جو بھی ہمارے منصوبے تھے ان کا کھلا کھلا مقصد یہی تھا کہ فلسطینیوں کو تحلیل کر دیا جائے ان

کو صفحہ ہستی سے ناپید کر دیا جائے۔

فلسطین کے خلاف اور فلسطینیوں کے خلاف اس قوم نے جو ظالمانہ رویہ اختیار کئے رکھا ہے

اس میں فلسطینی لیڈرشپ کی کردار کشی نے بھی بہت ہی اہم کردار ادا کیا ہے۔ چنانچہ ایک مغربی مبصر

لکھتے ہیں کہ یہ ہمیشہ فلسطینیوں کی کردار کشی کرتے چلے جا رہے ہیں یہاں تک کہ فلسطینیوں کو مخاطب

بھی اس طرح کرتے ہیں کہ کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ فلسطینی کا نام لیا گیا ہو اور کوئی تحقیر کا اور تذلیل کا

لفظ استعمال نہ کیا گیا ہو۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ بعض دفعہ یہ کہنے کی بجائے کہ فلسطینیوں نے ایسا کیا،

کہتے ہیں Terrorists یہ کرتے ہیں۔ Animals یہ کیا کرتے ہیں۔ Bastards ایک گندی گالی ہے وہ

یہ کیا کرتے ہیں اور بیروت میں عرفات کو ہٹلر کے Banker میں بیٹھا ہوا عرفات بیان کرتے

ہی۔ کچھ عرصہ پہلے تک یہ فلسطینیوں سے نفرت کی وجہ یہ بیان کیا کرتے تھے کہ فلسطینی ہمارے وجود کو

تسلیم نہیں کرتے تو ہم ان کے وجود کو کیوں تسلیم کریں ہم کس سے بات کریں ان سے بات کریں کہ جو

کہتے ہیں کہ تمہیں سمندر میں پھینک دیا جائے۔ لمبے عرصے کی کوششوں اور نا کامیوں کے بعد آخر یا سر

عرفات نے ان کا یہ عذر دور کرنے کی کوشش کی اور یونائیٹڈ نیشنز کے اس اجلاس میں جس میں

یا سر عرفات کو بلایا گیا، انہوں نے کھلم کھلا تمام قوموں کے سامنے یہ اقرار کیا کہ میں تمام فلسطینی آزادی

کی تحریک کی طرف سے یہ اعلان کرتا ہوں کہ ہم اسرائیل کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کے زندہ

رہنے کے حق کو تسلیم کرتے ہیں۔ جب یہ اعلان کر دیا گیا تو اس کے چند دن کے بعد اسرائیل کی طرف

سے اس کے جواب میں یہ اعلان ہوا۔

The only useful thing the plo could do, said the spokesman of the israel foreign ministry, was to disappear palestine no longer existed and therefore there was no point in it having a liberation movement.

انہوں نے اعلان کیا کہ فلسطین کے وجود کا معنی ہی کوئی نہیں یہ ختم ہو چکا ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور ان کی وزارت خارجہ نے یہ اعلان کیا کہ یہ جو یا سرعرات نے ہمیں تسلیم کیا ہے اس کے جواب میں ہمارا رد عمل یہ ہے اور ہمارا فلسطینیوں کو مشورہ یہ ہے کہ وہ تحلیل ہو جائیں وہ ختم ہو جائیں، کالعدم ہو جائیں، ان کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ یہ وہ قوم ہے جس کے ظلم و استبداد سے آنکھیں بند کر کے کمزور و مظلوم فلسطینیوں کو مسلسل نہایت ظالمانہ پروپیگنڈے کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ ان کی ساری زمینیں چھین لی گئی ہیں، ان کو ملک بدر کر دیا گیا ہے، ان پر آئے دن انتہائی ظالمانہ کارروائیاں کی جاتی ہیں۔ قتل عام کیا جاتا ہے۔ بستیوں کی بستیاں منہدم کر دی جاتی ہیں اور وہ در بدر پھر رہے ہیں ان کا کوئی وطن نہیں رہا۔ 40 لاکھ فلسطینی دنیا میں در بدر پھر رہا ہے اور ان کے وطن میں یہود کا پودالگا کر اور اس کے پاؤں جما کر ان کی تعداد میں دن بدن اضافہ کیا جاتا رہا ہے اور کیا جا رہا ہے۔ ان ساری کوششوں کے باوجود آج بھی فلسطین میں کل 25 لاکھ یہودی ہیں اور ابھی تک 15 لاکھ فلسطینی وہاں موجود ہیں اور اس تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے اور آئندہ ان کے منصوبوں میں یہ بات داخل ہے کہ جب مغربی کنارے کو ہم یہودیوں سے بھر لیں گے تو پھر مزید جگہ کے مطالبے شروع کریں گے۔ پس پہلے یہ مکان بڑھاتے ہیں پھر آبادی بڑھاتے ہیں پھر مکان بڑھاتے ہیں پھر آبادی بڑھاتے ہیں۔ یہ ان کا طریق ہے اور وہ فلسطینی جو اس سرزمین پر سینکڑوں سال سے قابض تھے۔ وہیں پیدا ہوئے، وہیں کی مٹی میں پلے اور بنے اور بڑے ہوئے ان فلسطینیوں کو وہاں رہنے کا کوئی حق نہیں کہتے ہیں تمہارا کوئی ملک نہیں، تمہارا کوئی وجود نہیں ہم تمہیں تسلیم نہیں کرتے۔ سوال یہ ہے کہ ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے امریکہ کس برتے پر کس خیال سے، کس حکمت عملی کے نتیجے میں یہودیوں سے اپنے معاشقے کو قائم رکھے ہوئے ہے اور جس طرح ہمارے محاورے میں سائنڈ چھوڑنا کہتے ہیں اس طرح عربوں کے کھیتوں میں ایک سائنڈ چھوڑا ہوا ہے۔ عام

کھیتوں میں جو سائڈ چھوڑے جاتے ہیں وہ تو سبزیاں کھاتے ہیں، یہ ایک ایسا سائڈ ہے جو خون پی کر پلتا ہے اور گوشت کھا کر بڑھتا ہے اور کوئی اس کو روکنے والا نہیں۔

ایک ریزولوشن کی باتیں آپ نے بہت سنی ہیں کہ عراق جب تک اس ریزولوشن پر عمل نہ کرے ہم عراق کو مارتے چلے جائیں گے اور برباد کرتے چلے جائیں گے اور اس کو کویت سے نکالنے کے باوجود بھی اس وقت تک ہم اس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ یہ امکان نہ مٹ جائے، یہ احتمال ہمیشہ کے لئے نہ مٹ جائے کہ بیسیوں سال تک کبھی عراق کی سرزمین سے کوئی شخص سر اٹھا سکے۔ اس کے مقابل پر اسرائیل کی ظالمانہ کارروائیوں کے نتیجے میں جب بھی سیکورٹی کونسلز میں ریزولوشنز پیش ہوئے کہ ان کارروائیوں کو روکا جائے یا ان کا رخ موڑا جائے تو ہمیشہ امریکہ نے ان ریزولوشنز کو ویٹو کیا۔ 27 مرتبہ ایسا ہو چکا ہے کہ سیکورٹی کونسلز میں اسرائیل کو ظالم قرار دیتے ہوئے اس سے مطالبہ کیا گیا کہ تم عرب علاقے خالی کرو اور ظلم سے ہاتھ کھینچو اور 27 مرتبہ United States کے نمائندے نے اس کو ویٹو کر دیا اور United States کی ویٹو اکثر صورتوں میں اکیلی تھی جب کہ دوسری ویٹو کی تاریخ کا میں نے مطالعہ کیا ہے اس میں اکثر صورتوں میں دو تین دوسرے بھی شامل ہوتے ہیں لیکن باقی سب کے مقابل پر United States اکیلا اسرائیل کا حمایتی بن کر ان ریزولوشنز کے خلاف ویٹو کا حق استعمال کرتا رہا۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ ریزولوشنز کتنے ہیں جن میں کچھ نہ کچھ اسرائیل کی مذمت کی گئی ہے اور اسرائیل کو متوجہ کیا گیا کہ تم ظلم سے باز آؤ تو ان کی تعداد بھی ۲۷ بنتی ہے جو پاس ہوئے اور ان میں سے اکثر میں امریکہ نے Abstain کیا ہے جن ریزولوشنز کی زبان بہت زیادہ سخت تھی ان کو تو پاس ہی نہیں ہونے دیا جن میں مذمت ہی کی گئی تھی، زبان بہت سخت نہیں تھی ان میں امریکہ الگ رہا اور ان کی تائید میں ووٹ نہیں ڈالا اور 242 جس کا ذکر آپ نے بہت سنا ہوا ہوگا وہ ریزولوشن جس میں اسرائیل کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ 67ء کی ہتھیائی ہوئی اپنی زمینیں واپس کرو۔ اس ریزولوشن کو پاس کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایسی عبارت داخل کر دی گئی ہے جس کے نتیجے میں اسرائیل کے حمایتیوں کے ہاتھ میں ایک ہتھیار آ گیا ہے کہ جس طرح چاہیں اس ریزولوشن کا مطلب نکال لیں۔ صرف وہ ایک ریزولوشن ہے جس پر امریکہ نے اثبات کیا ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ کیوں ہو رہا ہے عقل بھنجاتی ہے

کہ یہ قابل فہم بات دکھائی نہیں دیتی۔ کیوں آخر اس طرح ہوتا چلا جا رہا ہے؟ کیا مقصد ہے امریکہ کا اسرائیل کی اس طرح پُر زور حمایت کرنے کا؟

اسرائیل کے خلاف مذمت کے جو ریزولوشنز سیکیورٹی کونسل میں پاس ہوتے رہے ان کے مطالعہ سے ایک اور دلچسپ بات میرے سامنے یہ آئی کہ ان ریزولوشنز کے رویے میں اور عراق کے خلاف ریزولوشنز کے رویے میں زمین آسمان کا ایک فرق ہے۔ عراق کو سانس نہیں لینے دیا گیا۔ موقع ہی نہیں دیا گیا۔ ایک طرف یہ ریزولوشن پاس ہوا کہ Sanctions ہوں۔ خوراک بند ہو جائے، دوائیاں تک بند ہو جائیں، کوئی چیز کوئی پتا بھی داخل نہ ہو سکے اور Sanctions ابھی کچھ عرصہ جاری ہوئی تھیں تو فیصلہ کر لیا گیا کہ اب اس پر حملہ کیا جائے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ Sanctions سے بہت پہلے حملے کا منصوبہ مکمل ہو چکا تھا۔

Sanctions کا مطلب یہ تھا کہ حملے سے پہلے بھوک سے مارا جائے اور ضرورت کی اشیاء کی نایابی کا عذاب دے کر مارا جائے۔ یہاں تک کہ بعد میں بچوں کے دودھ پلانٹ پر بھی حملہ ہوا تو یہ اس کا مقصد تھا۔ اس رویے میں اور اس رویے میں جو اسرائیل کے عدم تعاون کے بعد سیکیورٹی کونسل نے اختیار کیا زمین آسمان کا فرق ہے۔ ان کے ریزولوشنز کی زبان یہ بنتی ہے کہ دیکھو اسرائیل! ہم نے تمہیں فلاں فلاں وقت بھی کہا تھا کہ تم عرب علاقہ واپس کر دو اور تم اب تک اس میں جبے ہوئے ہو ہم اس کو نہایت ہی غصے کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ ہم یہ بات پسند نہیں کرتے۔ پھر ریزولوشن پاس ہوتا ہے کہ اے اسرائیل! ہم نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ ہم برامنائیں گے اور ہم برامنا رہے ہیں۔ پھر ریزولوشن پاس ہوتا ہے کہ ہم نے پہلے بھی دودفعہ بتایا تھا کہ ہم بہت برامنا رہے ہیں اور ہم ایسے اقدام کرنے پر مجبور ہونگے جس سے تم پر ثابت ہو جائے کہ ہم برامنا رہے ہیں اور پھر ریزولوشن پاس ہوتا ہے کہ جس طرح ہم نے کہا تھا ہم اب مجبور ہو گئے ہیں تمہیں یہ بتانے پر کہ ہم بہت ہی برامنا رہے ہیں۔ اس کے سوا کوئی ریزولوشن پاس نہیں ہوا۔ یہ بالکل ویسا ہی ہے جیسے ہمارے ہاں U.P کے متعلق یہ لطیفہ ہے کہ وہاں لوگ ذرا لڑائی سے گھبراتے ہیں تو U.P والے کو جب کوئی مارے اور مارنے والا طاقتور ہو تو وہ اس کو کہتا ہے کہ ”اب کے مار“۔ اب مار کے دیکھ وہ دوبارہ مارتا ہے تو کہتا ہے ”اب کے مار“ پھر دوبارہ مارتا ہے تو کہتا ہے ”اب کے مار“ چنانچہ یہ لطیفہ تو

شاید فرضی ہوگا۔ U.P کے بڑے بڑے بہادر لوگ ہیں، جیالے ہیں، بڑے بڑے مقابلے انہوں نے دشمنوں سے کئے ہیں مگر یہ لطیفہ United Nations کے حق میں ضرور صادق آتا ہے۔ ہر دفعہ اسرائیل مار پر مار دیتا چلا گیا ہے اور کھلم کھلا بغاوت کے رنگ میں کہتا رہا ہے تمہارے ریزولیوشنز کی حیثیت کیا ہے۔ ردی کا کاغذ ہے میں پھاڑ کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دوں گا۔ میں پاؤں تلے روندھ دوں گا اور ہر دفعہ United Nations کہتی ہے اب کی مار۔ اب اگر تم نے ایسا کیا تو ہم بہت ہی برا منائیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیوں یہ پاگل پن ہو رہا ہے۔ کوئی حد ہوتی ہے۔ یہ ناقابل فہم باتیں ہیں۔ یقین نہیں آسکتا کہ دنیا میں یہ کچھ ہو سکتا ہے لیکن ہو رہا ہے۔

اس United Nations کا فائدہ کیا ہے؟ میں تو یہ سوچتا ہوں اور عرب اور مسلمان ممالک کو اگر وہ ہوشمند ہیں اور باقی دنیا کو بھی یہ سوچنا چاہئے کہ اس United Nations کا کیا فائدہ ہے جو عملاً صرف ان بڑی قوموں کے مفاد میں فیصلے کرتی ہے جو بڑی قومیں یونائیٹڈ نیشنز پر قابض ہو چکی ہیں اور یونائیٹڈ نیشنز کا دستور جن کو یہ طاقت دیتا ہے کہ جب چاہیں کسی کے خلاف ظلم کریں اور ساری دنیا کی قوموں کو یہ طاقت نہ ہو کہ اس ظلم کے خلاف آواز ہی بلند کر سکیں۔ اگر وہ آواز بلند کرنے کی کوشش کریں تو اس کو ویٹو کر دیا جائے اور اپنے کسی چیلے سے جس طرح چاہیں کسی پر ظلم کروائیں کسی دنیا کی طاقت نہ ہو کہ وہ اس کے خلاف آواز بلند کرے اور کلیئہ دنیا کی تقدیر ان کے ہاتھ میں ہو۔ یونائیٹڈ نیشنز کی یہ کیفیت ہے۔ جب عربوں کے خلاف یا مسلمانوں کے خلاف فیصلے کرنے ہوں تو انتہائی ظالمانہ فیصلے کئے جائیں اور جب ان کے حق کی بات ہو تو سوائے چند آوازیں نکالنے کے اس کی اور کوئی بھی حیثیت نہیں۔

بچپن میں مجھے مرغیاں پالنے کا شوق تھا میں نے دیکھا ہے کہ بعض مرغیاں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ بیٹھیں پالنے والے کے صحن میں کرتی ہیں اور انڈے دوسرے کے صحن میں جا کر دیتی ہیں۔ پس United Nations کی مرغی تو ویسی ایک مرغی ہے۔ بیٹھیں کرنے کے لئے عربوں اور مسلمانوں کے صحن رہ گئے ہیں اور انڈے دینے کے لئے اسرائیل اور مغرب کے صحن ہیں۔ پس اگر یہی یونائیٹڈ نیشنز کا تصور ہے اور یہی اس کے مقاصد ہیں تو دنیا کو سوچنا چاہئے۔ چنانچہ اس بارہ میں میں بعد میں انشاء اللہ جب دنیا کو عمومی مشورے دوں گا تو ان کو ایک مشورہ اس سلسلے میں بھی دوں گا۔

ایک ہی بات بالآخر سمجھ آتی ہے کہ مغربی دنیا درحقیقت اسلام سے گہری دشمنی رکھتی ہے۔ اور اس دشمنی کے پس منظر میں جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا تھا تاریخی رفاقتیں بھی ہیں اور اس دشمنی کی وجہ ایک وہ خوف بھی ہے جو جاہل ملاں اسلام کے متعلق مغربی دنیا اور دوسری دنیا کے دلوں میں پیدا کرتا ہے۔ اپنی جہالت سے اسلام کا ایک ایسا تصور پیش کرتا ہے جس سے دنیا خوف کھاتی ہے کہ یہ لوگ اگر طاقت پائیں گے تو ہم پر جبر و تشدد کریں گے۔ اس مسئلے کے متعلق بعد میں جب میں مسلمانوں کو مشورہ دوں گا تو پھر اس ذکر کو چھیڑوں گا۔ یہ میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اسرائیل کو مسلمانوں کے پیچھے ڈال کر اگر ان کا یہ خیال ہے کہ مسلمانوں کی مدافعت طاقت کو توڑ دیں گے یا اس طرح اسرائیل ان مظالم کو بھول جائے گا جو مغرب نے اسرائیل پر کئے ہوئے ہیں یا ان مظالم کا بدلہ مسلمانوں سے لیتا رہے گا تو یہ ان کی سب سے بڑی حماقت ہے۔ اسرائیل کے انتقام کی یادداشت بہت قوی ہے اور نہ مٹنے والی ہے اور اسرائیل کے احسان کی یادداشت اس طرح ہے جس طرح پانی پر تحریر لکھی گئی ہو۔ آپ کو اگر اسلامی تاریخ سے واقفیت ہو تو آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ 800 سال تک سپین پر مسلمانوں نے جو حکومت کی ہے اس تاریخ میں ایک واقعہ بھی کسی یہودی پر ظلم کا آپ کو دکھائی نہیں دے گا۔

مسلمانوں کی طاقت کے ادوار میں جب بھی آپ جس دور پر بھی نظر ڈالیں، ایک دوسرے پر ظلم تو آپ کو دکھائی دے گا اور وہ بھی اس وقت جب ملاں ایک فرقے کے ماننے والوں کو دوسرے فرقوں کے ماننے والوں کے خلاف بھڑکا تا رہا لیکن یہودیوں اور عیسائیوں کے خلاف اسلام کی تاریخ میں آپ کو کوئی مظالم دکھائی نہیں دیں گے۔ تین ایسے قبائل ہیں جن کا تاریخ اسلام کے آغاز سے تعلق ہے۔ جنہوں نے بار بار معاہدہ شکنی کی اور آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں سے دھوکے کئے۔ ان کے خلاف جنگ کے دوران حملہ آوروں سے ملتے رہے، ان تین قبائل کے خلاف بالآخر مسلمانوں کو کارروائی کرنی پڑی۔ وہ قبائل ہیں بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ۔

جب 1947ء میں یونائیٹڈ نیشنز میں اسرائیل کے قیام پر بحث ہو رہی تھی تو وہاں اسرائیلیوں نے مسلمانوں کو طعن دیتے ہوئے کہا کہ ہمارا حق ہے اور تمہیں تو ہمیں اپنے گھروں سے نکالنے کی عادت ہے۔ ہم آج تک نہیں بھولے جو تم نے بنو قریظہ اور بنو نضیر اور بنو قینقاع سے کیا تھا، تو

یہ عجیب یادداشت ہے کہ فرضی مظالم کی یادیں تو 1400 سال سے زندہ رکھے ہوئے ہیں اور حقیقی احسانات کی یادوں کو بھولتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ عجیب قوم ہے کہ یہ بات بھول گئے ہیں کہ جب از ایلا اور فرڈیننڈ نے 1490ء میں یہودیوں کے سپین سے انخلاء کا حکم دیا تو اس سے پہلے تقریباً 200 سال مسلسل سپین میں یہودیوں پر ظلم ہوتے رہے لیکن وہ ایسے ظلم تھے کہ ان کے نتیجے میں یہود نے پھر بھی وہاں سے نکلنے کا فیصلہ نہیں کیا۔ بالآخر جبراً ان کو عیسائی بنایا گیا اور جب بڑی تعداد میں یہودی عیسائی بن گئے تو پھر یہ تحریک شروع کی کہ یہ جھوٹے عیسائی ہیں دھوکہ دینے کے لئے عیسائی بنے ہیں۔ ابھی بھی بہت امیر ہو گئے ہیں اس لئے ان کی دولت چھیننے کے لئے کوئی بہانہ تلاش کرو۔ چنانچہ اذ ایلا کو اور فرڈیننڈ کو اس وقت کے عیسائی پادریوں نے بار بار یہ تحریریں کی اور لالچ دلائی کہ اس قوم کا ایک ہی علاج ہے کہ ان کی عیسائیت پر اعتماد نہ کیا جائے اور ہمیں Inquisition کی اجازت دی جائے Inquisition سے مراد ہے: وہ ٹارچر کرنے کے ذرائع جو عیسائی دنیا اپنے مخالفوں کے خلاف استعمال کرتی تھی اور ان ذرائع سے نہایت ہی دردناک مظالم غیر عیسائیوں پر کئے جاتے تھے اور ان عیسائیوں پر کئے جاتے تھے جن کے دین پر شک ہو۔ چنانچہ ایک لمبے عرصے تک یہ بحث جاری رہی۔ اذ ایلا چونکہ یورپ سے ناراض تھی Sixus IV تھا غالباً اس وقت، اس سے کسی وجہ سے ناراض تھی۔ وہ اس کی مرضی کے کارڈینل مقرر نہیں کرتا تھا۔ اس لئے اس نے اجازت نہیں دی کی پوپ کی مقرر کردہ کوئی کمیٹی Inquisition کے کام سپین میں کرے۔ بالآخر فرڈیننڈ کو عیسائی پادریوں نے یہ لالچ دی کہ اگر تم اس کی اجازت دے دو تو یہود کے جتنے اموال چھینے جائیں گے یہ ہم تمہارے قبضے میں دیں گے۔ ہمیں صرف ظلموں کی اجازت دو، اموال تمہارے۔ چنانچہ 1980ء سے Inquisition شروع ہوئی۔

Inquisition کی تاریخ حقیقتاً اتنی دردناک ہے کہ شاید ہی کبھی انسانی تاریخ میں ایسے دردناک مظالم کی مثال آپ کو نظر آتی ہو جیسے اس زمانے میں یہودیوں پر عیسائیوں کی طرف سے کئے گئے۔ اس کے باوجود دل نہیں بھراتو 1492ء میں ان کے انخلاء کا حکم جاری کر دیا گیا۔

آپ کو یاد ہوگا کہ Black Death جو 1347ء سے 1352ء تک یورپ میں ہلاکت خیزی کرتی رہی۔ Black Death یعنی طاعون کا وہ حملہ یورپ میں 1347ء

سے 1352ء تک بکثرت انسانی جانوں کی ہلاکت کا موجب بنا۔ Black Death کے زمانے میں یورپ میں پہلے ہی یہود پر مظالم کئے جا رہے تھے اور فرانس میں سب سے زیادہ مظالم کئے گئے۔ چنانچہ وہاں کے مظالم کا تصور کریں کہ وہاں سے بھاگ کر انہوں نے پہلے فرانس میں اور پھر یورپ کے دیگر ممالک میں پناہ لینے کی کوشش کی لیکن وہاں بھی ان کو پناہ نہیں ملی اور ان پر مظالم جاری رہے۔

پناہ اگر ملی تو فلسطین کی اسلامی حکومت نے دی ہے۔ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے اور دوبارہ بھی Natsi مظالم کے زمانے میں پھر یہ فلسطین پناہ لینے گئے ہیں۔ پس ساری اسلامی تاریخ میں ان کے ساتھ احسان پر احسان کا سلوک کیا جاتا رہا۔ ان کے علم و فضل نے مسلمانوں کی گودوں میں پرورش پائی ہے اور ظلم ہوئے ہیں یورپینز کی طرف سے اور مغربی عیسائی قوموں کی طرف سے اور ان کا بدلہ یہ مسلمانوں سے لے رہے ہیں۔ یہ تصور ہے جو امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے ذہن میں ہے کہ اس سے بہتر اور کیا سودا ہوگا۔ یہودیوں کو مسلمانوں کے گلے ڈال دو اور ہمارے ظلموں کا انتقام مسلمانوں سے لیں۔ ایک ہی تیر سے دونوں مارے جائیں اس سے زیادہ اور کیا حکمت عملی کی پالیسی ہو سکتی ہے۔ لیکن وہ یہ بات بھول رہے ہیں کہ یہودی ظلم بھولنے والی قوم نہیں ہے۔ ان کی سرشت کے خلاف ہے یہ ناممکن ہے کہ مغرب سے یہ اپنے مظالم کا بدلہ نہ لیں۔ وقت کی بات ہے آج یہ مسلمانوں کا خون چوس کر طاقت حاصل کریں گے اور یہ طاقت ابھی اتنی بڑھ چکی ہے اور ایسی خوفناک ہو چکی ہے کہ ان کے جرنیل کھلم کھلا کہہ رہے ہیں کہ ہم تو سوویٹ یونین سے ٹکریکراس کو بھی شکست دینے کی طاقت رکھتے ہیں جو ٹیکنیکل Know How جنگی ہتھیار بنانے کا ہے اس میں بہت سی شاخوں میں یہ امریکہ سے بہت آگے نکل چکے ہیں۔ ایٹم بم بنا چکے ہیں دوسرے مہلک ہتھیار بنا چکے ہیں یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ کیوں یہ طاقت بڑھتی چلی جا رہی ہے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی بڑی ہی جہالت ہوگی اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان کے حملوں سے ڈر کر یہ ویسا کر رہے ہیں بہت بڑی بے وقوفی ہے مسلمان حملوں سے ڈرنا کیا، جب بھی مسلمان بے چاروں نے ٹکریکراس نے ان کی طاقت کو تہس نہس کر دیا ہے اور ہر حملہ آور کو ایسی ظالمانہ شکست دی ہے کہ اس سے سارے عالم اسلام کی گردن شرم سے جھک جاتی رہی ہے۔ ان کو مسلمانوں سے کیا خوف ہے؟ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ دنیا کی فتح کے منصوبے ہیں پہلے تیل کی طاقت پر قبضہ کیا جائے گا۔ ہر قدم کے بعد جب اس قدم کی یادداشت پھیکٹی پڑ جائے

گی پھر اگلا قدم اٹھے گا۔ پھر اس کے بعد اگلا قدم اٹھے گا۔ پھر اگلا قدم اٹھے گا۔ اس لئے جب میں کہتا ہوں کہ مکے اور مدینے کو خطرہ ہے اور توحید کو خطرہ ہے تو اس میں کوئی شک کی بات نہیں ہے انہوں نے بالآخر لازماً تیل کے چشموں پر قابض ہونا ہے یعنی نیت ان کی یہ ہے۔ آگے خدا کی تقدیر اور رنگ دکھائے اور ہماری دعائیں بارگاہ الہی میں قبول ہوں تو اور بات ہے ورنہ بظاہر جو منصوبہ ہے وہ یہی ہے۔ اس کے بعد یہ مغرب سے اپنے بدلے لیں گے اور ایسے ہولناک بدلے لیں گے کہ مغرب ان کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یہ جنگ کا بگل بجانے والی قوم ہے اور جنگ کا بگل David Ben-Gurion بجا چکے ہیں۔ تقریباً 4000 سال پہلے کی آوازاں کے کانوں میں گونج رہی ہے کہ جنگ اور جنگ اور جنگ اور اس کے سوا تمہارے قیام کا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ پس اگر امریکہ اور اس کے اتحادی اس خوش فہمی میں ہیں کہ وہ یہودیوں کو بھی پاگل بنا رہے ہیں اور مسلمانوں کو بھی پاگل بنا رہے ہیں اور ایک کو دوسرے کے خلاف لڑا رہے ہیں تو یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ امریکہ کے متعلق میں نے ایک یہ بھی بیان کیا تھا کہ بہت سے نفسیاتی عوامل ہیں جو امریکہ کو اپنی بعض پرانی ناکامیوں کے داغ مٹانے کے لئے عراق کو ذلیل و رسوا کرنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں میں نے ویٹنام کا ذکر کیا تھا اور ویٹنام کے متعلق اب میں خلاصہ آپ کو بتاتا ہوں کہ وہاں امریکہ کی خودی کو کس طرح توڑا گیا ہے اور کس طرح دنیا کی سب سے عظیم طاقت کے تکبر کو پارہ پارہ کیا گیا ہے۔

ویٹنام کی جنگ کا آغاز 4 اگست 1946ء کو ہوا ہے اور عجیب اتفاق ہے یہ تو ارد ہے یا تقدیر کی کوئی بات ہے کہ وہ آغاز بھی ایک Strom سے ہوا تھا اس Strom کا نام امریکن مؤرخین Tropic Storm کہتے ہیں۔ واقعہ یہ ہوا کہ دو امریکن جہاز جب شمالی ویٹنام اور جنوبی ویٹنام کی جنگ جاری تھی اور اشتراکی ویٹنامیز، جنوبی غیر اشتراکی حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کر رہے تھے تو امریکہ کو بہانے کی تلاش تھی کہ کسی طرح اس ملک میں دخل دے کر جنوبی ویٹنام کی حمایت میں شمالی ویٹنام کو شکست دی جائے۔ چنانچہ ان کا ایک جہاز جس کا نام Maddox تھا Maddox جہاز شمالی ویٹنام کے سمندر کے اس حصے میں داخل ہو گیا جو درحقیقت ان کی اپنی حدود کا علاقہ تھا، جس پر ان کی بالادستی ہوتی ہے۔ اس پر انہوں نے کچھ پٹرول Boats بھیجیں تاکہ وہ اس جہاز پر حملہ کریں اور انہوں نے

حملے کی کوشش بھی کی مگر جہاز ان کو Destroy کر کے ان کے حملے سے نکل کر باہر چلا گیا اور باہران کا ایک ساتھی Destroyer جن کا نام Turner Joy تھا، اس کو لے کر دوسرے یا تیسرے دن واپس آ گیا ان کا خیال تھا کہ اب جب ہم دوبارہ حملہ کریں گے تو ہمیں بہانہ ہاتھ آ جائے گا لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ Tropic Strom آ گیا اور Tropic Strom بھی جس طرح Desert Strom ہوتے ہیں بہت ہی خطرناک چیز ہے اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ ان کی ساری الیکٹرانک Equipments Hay'Wire ہو گئیں، پاگل ہو گئیں ان کو پتہ ہی نہیں لگتا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے یہ ہیں کہ انہوں نے واقعہً یہ سمجھا کہ ان پر حملہ ہو گیا ہے۔ اب جاہلوں والی بات ہے۔ طوفان آ رہا ہے۔ دکھائی دے رہا ہے اور اس سے یہ کس طرح سمجھ لیا کہ حملہ ہو گیا ہے یعنی ویٹنام نے وہ طوفان چلایا تھا۔ بہر حال بہانے جب تلاش کرنے ہوں تو اس طرح کے بے وقوفوں والے بہانے تلاش کئے جاتے ہیں کہ انہوں نے کہا حملہ ہو گیا ہے اور انہوں نے دھڑا دھڑا ویٹنام کے علاقے پر بمباری شروع کر دی اور پھر اس بات پر قائم رہ گئے کہ چونکہ انہوں نے حملہ کیا تھا، اس کی جوابی کارروائی کی ہے۔ اس پر بڑی شدت کے ساتھ ویٹنام پر حملہ کیا گیا۔ ہوائی حملہ بھی کیا گیا اور ایک سال کے اندر اندر یعنی وہ 1946ء کا جو سال ہے وہ ختم ہونے سے پہلے پہلے دولاکھ امریکی سپاہی ویٹنام کی سرزمین میں پہنچا دیئے گئے تھے اور 1946ء میں یہ تعداد بڑھ کر 5 لاکھ 40 ہزار بن چکی تھی۔ بمباری کا عالم یہ تھا کہ ساڑھے آٹھ سال تک مسلسل دن رات ویٹنام پر بمباری کی گئی ہے اور ویٹنام پر کل بمباری 25 لاکھ ٹن کی گئی ہے یعنی جنگ عظیم کے 6 سال میں تمام دنیا میں، یورپ اور ایشیا اور افریقہ وغیرہ دوسری دنیا میں جتنی بمباری ہوئی ہے تقریباً اتنی ہی بمباری صرف ایک ویٹنام پر اس ساڑھے آٹھ سال میں کی گئی جو فلوریڈا ریاست کے بمشکل برابر ہے۔ امریکہ کی ریاستوں میں سے ایک ریاست فلوریڈا ہے اور اپنی دنیاوی طاقت کے لحاظ سے فلوریڈا بہت پیچھے ہے۔ نہ صنعت کی کوئی حالت، نہ کوئی دوسری تجارتی طاقت اس کو حاصل ہے۔ ایک غریب ملک ہے لیکن عظمت کردار دیکھیں کہ ساڑھے آٹھ سال تک سر بلند کر کے امریکہ سے ٹکری ہے اس عرصے میں جنوبی ویٹنام میں ان کے مرنے والے سپاہی اور شمالی ویٹنام میں مرنے والے سپاہی اور Civilians کی کل تعداد 25 لاکھ تھی۔ گویا سارے اسرائیل کا یہودی اگر ہلاک ہو جائے تو اتنی تعداد بنتی ہے

اور انہوں نے سر نہیں جھکایا۔ امریکن تکبر کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے اور اس ذلت اور رسوائی کے ساتھ امریکہ کو پھر شکست تسلیم کرنی پڑی اور شکست تسلیم کرنے کا طریق بھی ایسا دلچسپ ہے کہ فرانس میں جب Peace کانفرنس ہو رہی تھی تو شمالی ویٹنام نے عارضی طور پر بھی جنگ بندی سے انکار کر دیا۔ انہوں نے یہ اعلان کیا کہ ہاں ہم صلح کی باتیں بھی کریں گے اور لڑائی بھی جاری رکھیں گے چنانچہ یہ جو سبق آج عراق کو دے رہے ہیں یہ انہوں نے ویٹنام سے سیکھا تھا کہ صلح کی باتیں بھی کریں گے اور لڑائی بھی جاری رکھیں گے۔

پس وہاں جو دنیا کی سب سے بڑی طاقت کا تکبر ٹوٹا ہے وہ اتنی ہولناک نفسیاتی شکست ہے کہ کسی طرح وہ اس کا بدلہ چاہتے ہیں اور اپنی قوم کی خود اعتمادی کو بحال کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ٹوٹی ہوئی کمریں جڑا نہیں کرتیں اور باوجود اس کے کہ عراق پر بمباری کی رفتار کے لحاظ سے ویٹنام کے مقابل پر 4 گنا زیادہ شدت کی جارہی ہے۔ ابھی تک یہ دو دنوں کی جنگ کہہ رہے تھے، چھٹا ہفتہ ہو گیا ہے اور ابھی تک عراق کی کمر نہیں توڑ سکے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ دنیا بدل چکی ہے۔ یہ زمانے وہ نہیں رہے۔ اب انسان کی خودی کا تصور بلند ہو رہا ہے۔ اس کو ہوش آرہی ہے۔ آزادی کی لہریں چل رہی ہیں خدا کی تقدیر دنیا کے رجحانات تبدیل کر رہی ہے۔

اب جھوٹے خداؤں کے دن نہیں رہے ان کی صفیں لپٹنے کے دن آچکے ہیں اور ان کو یہ دکھائی نہیں دے رہا۔ ظلم پر ظلم کرتے چلے جا رہے ہیں اور یہ نہیں سوچ رہے کہ ان کی کیا تصویر دنیا میں بن رہی ہے اور آئندہ تاریخ میں کیا بنے گی۔ آج یہ صدام حسین کو ہٹلر اور ظالم اور سفاک کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔ اگر ساری باتیں بھی تسلیم کر لی جائیں تو ویٹنام میں انہوں نے جو مظالم کئے ہیں وہ سارے مظالم صدام حسین کے مظالم کے مقابل پر اس طرح ہیں جس طرح رائی کے مقابل پر ایک پہاڑ ہو۔ صدام حسین کے جتنے فرضی مظالم جو بیان کئے جاتے ہیں اگر فرض کریں سارے سچ ہوں تو ان مظالم کے مقابل پر ان کو کوئی بھی حیثیت نہیں جو امریکہ نے ساڑھے آٹھ سال تک ویٹنام پر کئے ہیں اور کوئی حق نہیں تھا۔ تمہارا کام کیا ہے کسی اور ملک پر جا کر بمباریاں شروع کر دینا اور اس ملک کے ایک حصے کی لڑائی میں اس کا شریک بن کر دوسرے ملک کے انسانوں پر بربریت کی انتہا کر دینا۔ وہ تفصیل اگر آپ پڑھیں تو آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ آپ کا سارا وجود کانپنے لگے۔ اتنے

خوفناک مظالم ہیں لیکن اس سے بڑا ظلم یہ کہ آج تک یہ ویٹنامیز کی کردار کشی کرتے چلے جا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے جن شہروں پر دوبارہ قبضہ کیا تو وہاں ہماری تائید کرنے والوں کو انہوں نے اسی طرح ہلاک کیا، اس طرح ظلم کئے۔ وہاں سینکڑوں ہزاروں آدمیوں کی اکٹھی قبریں ہیں۔

جنگ میں جو غداری کرتا ہے اور اتنی ظالمانہ جنگ اور یک طرفہ جنگ میں، اس کے ساتھ یہی سلوک ہونا چاہئے دنیا کا کونسا قانون ہے جو غداری کی جان کی ضمانت دیتا ہے اور یہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے ان کی حمایت کی تھی۔ پس ان مظالم کے نقشے کھینچتے ہیں اور وہ جو دوسرے مظالم ساڑھے آٹھ سال تک یک طرفہ کرتے چلے گئے ان کا کوئی ذکر نہیں کرتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو امریکہ کو خوفناک نفسیاتی بیماری لگ چکی ہے یہ آج دنیا کے امن کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے اور اس پر ایک اور بات کا خوفناک اضافہ ہوا ہے۔ ایک ایسی جنگ کی مثال قائم کی گئی ہے جس کی کوئی نظیر ساری دنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ یعنی کرائے کی جنگوں کی باتیں تو آپ نے سنی ہوں گی مگر اتنی وسیع پیمانے پر، اتنی خوفناک کرائے کی جنگ کبھی دنیا کی تاریخ میں نہیں لڑی گئی۔

ویٹنام کی جنگ میں امریکہ کے کردار کا کم سے کم ایک اچھا پہلو یہ تھا کہ لوگوں کے سامنے کشکول لے کر نہیں گیا تھا کہ ہمیں اس جنگ کے پیسے دو ایک سو بیس بلین ساڑھے آٹھ سال تک ظلم برسانے کا خرچ امریکہ نے خود برداشت کیا ہے۔ 120 بلین بہت بڑی رقم ہے لیکن موجودہ جنگ ساری کی ساری مانگے کے پیسوں سے لڑی جا رہی ہے۔ اب ایسی جنگ کی مثال اگر اس دنیا میں قائم کر دی جائے کہ تم کسی سے پیسے لے کر لڑو۔ دنیا کے امن کی پھر کیا ضمانت باقی رہے گی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ غریب قوموں کا امن امیر قوموں کے ہاتھ میں تھما دیا جائے گا اور جب چاہیں جہاں چاہیں دنیا کی امیر قومیں کرائے کے ٹٹولے کر، کرائے کے سپاہی لے کر غریب قوموں پر مظالم ڈھاتی رہیں۔ یہ پیغام ہے جو دنیا کو دیا جا رہا ہے اور مزید ایک اور ایسی حرص اس جنگ کے ساتھ شامل ہے کہ اس کے نتیجے میں جب رفتہ رفتہ ظاہر ہوں گے تو آپ حیران ہوں گے کہ کس طرح یورپ کی دوسری قوموں میں بھی اس سے تحریک پیدا ہوگی کہ اگر جنگ کا یہی مطلب ہے تو کیوں نہ ہم بھی ہاتھ رنگ لیں۔ عراق اور کویت پر اس جنگ میں جو تمام تباہی وارد کی گئی ہے اس کے پیسے انہوں نے وصول کئے ہیں اور اس تباہی کے نتیجے میں نقصان پورا کرنے کے اس سے کئی گنا زیادہ پیسے ان سے وصول کریں

گے۔ پس ہلاک کرنے کے بھی پیسے اور دوبارہ زندہ کرنے کے بھی پیسے اور دوبارہ زندہ کرنے کے پیسے ہلاک کرنے کے پیسوں سے بہت زیادہ کرائے کے قاتل کو کم دیا جاتا ہے لیکن سرجن کو زیادہ دیا جاتا ہے تو یہ دونوں کردار انہوں نے اپنی ذات میں اکٹھے کر لئے ہیں یہ ہے دنیا کا سب سے بڑا خطرہ آج کے بعد ایک نیا انداز فکر پیدا ہوا ہے اور بڑھتا چلا جائے گا اگر اس کی روک تھام نہ کی گئی۔ کسی غریب قوم کو مروانے کے لئے کسی امیر قوم نے پیسے دیئے تو مروایا جائے گا اور پھر بعد میں اس قوم کی تعمیر نو کے لئے بھی اسی کو جرمانے ڈالے جائیں گے اور دونوں کے فائدے ان کو پہنچیں گے۔

آخر پر میں آپ کو عراق کی سرزمین سے متعلق یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ بڑی مظلوم سرزمین ہے اور بڑے بڑے سفاکانہ خوفناک ڈرامے اس سرزمین پر کھیلے گئے ہیں۔ میں نے سوچا کہ اس سرزمین کو کیا نام دیا جائے تو مجھے خیال آیا کہ اسے موت اور کھوپڑیوں کے میناروں کی سرزمین کہا جاسکتا ہے۔ تاریخ میں سب سے پہلے اسیریوں Assyrians نے عراقی علاقے پر قابض ہو کر اتنے مظالم اس علاقے میں بسنے والی قوموں پر کئے تھے کہ 200 سال تک ان مظالم سے یہ سارا علاقہ کانپتا رہا اور سسکتا رہا۔ 879 (قبل مسیح) میں، اسیرین کے دور استبداد کے آغاز میں وہاں کے فاتح بادشاہ نے اپنے محل کے سامنے ایک مینار تعمیر کیا، اس مینار پر یہ عبارت کندہ تھی کہ میں کھالیں کھنچوانے والا بادشاہ ہوں جس شخص نے مجھ سے ٹکری ہے میں نے اس کی کھال کھنچوا دی اور یہ مینار جو تم دیکھ رہے ہو اس پر ساری انسانی کھالیں منڈھی ہوئی ہیں اور اس مینار کی چوٹی پر تم جو پنجر دیکھ رہے ہو نیزے پر گرگڑھا ہوا وہ بھی انسانی پنجر ہے اور اس مینار کے اندر بھی انسان زندہ چنے گئے تھے پس میں وہ بادشاہ ہوں جو کھالیں کھنچوانے والا اور ہلاکت کا بادشاہ ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی یہ دعویٰ تھا کہ میں یہ سب کچھ نیکی کی خاطر کر رہا ہوں اور دراصل اسیریوں Assyrians کی جنگ نیکی اور بدی کی جنگ ہے ہم نیکیوں کے نمائندہ ہیں اور باقی سب دنیا بدیوں کی نمائندہ ہے۔

میں نہیں جانتا صدر بش نے اس تاریخ کا مطالعہ کیا ہے یا نہیں لیکن عراق میں وہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ ویسا ہی ایک تمثیلی مینار بنانے کی باتیں سوچ رہے ہیں جس پر یہی عبارت کندہ ہوگی کہ ہم سر توڑنے والے، خودیوں کو برباد کر دینے والے، عزت نفس کو مٹا ڈالنے والے اور پاؤں تلے روندنے والے بادشاہ ہیں جس شخص نے ہمارے خلاف کوئی آواز بلند کی اور سر اٹھانے کی جرأت کی ہم

اس کی کمر توڑیں گے اور ان کی کھوپڑیوں سے ویسا ہی مینار بلند کریں گے جیسے عراق کی تاریخ میں اس سے پہلے بلند ہوتے رہے ہیں۔

اس کے بعد دوسرا مینار جو عراق میں بنایا گیا وہ 1258ء میں ہلا کو خان نے کھوپڑیوں سے بنایا اور پھر تیسرا مینار 1451ء میں تیمور لنگ نے بغداد میں کھڑا کیا اور وہ بھی واقعہ انسانی کھوپڑیوں سے بنایا گیا تھا۔

پس یہ کیسی مظلوم سر زمین ہے جہاں ایک دفعہ نہیں، دو دفعہ نہیں، اس سے بھی پہلے تین دفعہ انسانی لاشوں اور جلدوں اور کھوپڑیوں سے مینار تعمیر کئے گئے ہیں تاکہ کسی جابر کے سامنے دنیا کو سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیا جائے۔ پس آج جو کچھ عراق میں ہو رہا ہے یہ انہیں باتوں کا اعادہ ہے میں نہیں جانتا کہ آئندہ کیا ہوگا۔ میں نہیں جانتا کہ خدا کی تقدیر کب ان کے تکبر کا سر توڑنے کا فیصلہ کرے گی لیکن یہ میں جانتا ہوں کہ لازماً خدا کی تقدیر اس تکبر کا سر توڑے گی لیکن یہ بات میں امریکہ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ کمر جو تمہاری ویٹنام میں توڑ دی گئی تھی، عراق کے مظالم کے نتیجے میں یہ کمر اب جڑ نہیں سکتی۔ بظاہر تم نے وہاں بھی کھوپڑیوں کا ایک مینار بلند کرنے کی کوشش کی تھی مگر 25 لاکھ ٹن بارود سے جتنی زمین کھودی جاسکتی ہے۔ جتنے گہرے کنویں کھودے جاسکتے ہیں اتنے گہرے قعر مذلت میں ہمیشہ کے لئے تمہارا نام دفن ہو چکا۔ آئندہ تاریخ میں یہ باتیں زیادہ اجاگر ہوتی چلی جائیں گی۔ یہ مظالم کے داغ جو تمہارے چہرے پر لگے ہیں آج تمہارے رعب کی وجہ سے اور تمہارے ظلم و ستم کے دبدبے کے نتیجے میں یہ نمایاں کر کے دنیا کو دکھانے کے لئے کسی کے پاس طاقت ہو یا نہ ہو مگر تاریخ بالآخر وقت کے ساتھ ساتھ ان کو زیادہ نمایاں کرتی چلی جائیگی۔ یہ سیاہیاں زیادہ گہری ہوتی چلی جائیں گی۔ پس دوسری نظر سے بھی تو اپنے آپ کو دیکھو باہر تمہاری کیا تصویر بن رہی ہیں اور آئندہ تمہاری کیا تصویریں بننے والی ہیں اور جن مقاصد کو لیکر تم اُٹھے ہو ان کے بالکل برعکس کارروائیاں کر رہے ہو۔ امن کی بجائے ہمیشہ کے لئے دنیا کو جنگ میں جھونکنے کے فیصلے کر چکے ہو۔

لیکن اگر امریکہ ان باتوں کو سمجھنے پر آمادہ نہیں جیسا کہ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت اپنے تکبر کے نشے میں اتنی بلند پروازی ہے کہ اپنے ہی بنائے ہوئے فرضی ظلموں کے مینار کی چوٹیوں پر بیٹھے ہوئے دنیا کا ملاحظہ کر رہے ہیں تو پھر آئندہ کیا ہوگا اور خدا کی تقدیر ان کو کیا دکھائے گی۔ اُس

کے متعلق میں انشاء اللہ آئندہ خطبے میں کچھ بیان کروں گا اور یہود کو بھی مشورہ دوں گا اور مسلمانوں کو بھی اور باقی دنیا کو بھی۔ آج کا وقت جدید انسانی تاریخ میں انتہائی نازک وقت ہے۔ ابھی وقت ہے کہ ہم اس ظلم اور استبداد کے دھارے کا رخ موڑ سکتے ہیں۔ ابھی معاملہ اتنا زیادہ ہاتھ سے نہیں نکلا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر ان مشوروں کو قبول کر لیا گیا جو میں قرآنی تعلیم کے نتیجے میں، اُس کی مطابقت میں دنیا کے سامنے پیش کرتا ہوں تو انشاء اللہ اس ظلم کے دھارے کا رخ ہم واپس موڑنے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ہماری حیثیت صرف عاجز دعا گو بندوں کی حیثیت ہے اور ہماری دعائیں لازماً وہ کام کر سکتی ہیں جو ہماری ظاہری کوششیں بظاہر نہیں کر سکتیں۔ بظاہر کیا؟ فی الحقیقت بھی نہیں کر سکتیں۔ ہماری کوششوں کی کوئی حیثیت نہیں اتنی بھی نہیں ہے کہ ہم جو امریکہ کو ایسے الفاظ میں مخاطب کر رہے ہیں، اس سے ان کے وجود کا ایک بال بھی کانپے یا بلے یا اس میں جنبش محسوس ہو، اس کے باوجود میں جانتا ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ یہ مقدر ہے کہ دنیا کے آخر پر اگر دنیا کی تاریخ کا رخ موڑنا ہے تو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کی دعاؤں نے موڑنا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے عشاق کی دعاؤں نے موڑنا ہے اور خدا کے عاجز بندوں کی پگھلی ہوئی دعاؤں نے موڑنا ہے۔ خطبہ الہامیہ میں حضرت مسیح موعود علی الصلوٰۃ والسلام یہ لکھتے ہیں کہ یہ مقدر تھا اور ہے اور ایسا ضرور ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں جب مسیح کی روح آستانہ الوہیت میں پگھلے گی اور راتوں کو اس کے سینے سے دردناک آوازیں اٹھیں گی تو خدا کی قسم دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں اس طرح پگھلنے لگیں گی جیسے برف دھوپ میں پگھلتی ہے اور اس طرح ان طاقتوں کے ہلاک ہونے کے دن آئیں گے اور ان کے تکبر کے ٹوٹنے کے دن آئیں گے۔ (خطبہ الہامیہ: روحانی خزائن جلد نمبر 16 صفحہ 317، 318)

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو آج نہیں لیکن مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح جماعت احمدیہ میں زندہ ہے۔ پس اے مسیح موعودؑ کی روح کو اپنے سینوں میں لئے ہوئے احمدیو! خدا کے حضور راتوں کو اٹھو اور اس طرح پگھلو اور دردناک کراہ کے ساتھ اور دردناک چیخوں اور سسکیوں کے ساتھ خدا کے حضور گریہ و زاری کرو اور یقین رکھو کہ جب تمہاری روحیں خدا کے آستانے پر پگھلیں گی تو دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کے پگھلنے کے دن آجائیں گے اور یہ وہ تقدیر ہے جسے کوئی دنیا کی

طاقت تبدیل نہیں کر سکتی۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور انور نے فرمایا:-

حضرت مولوی جلال الدین صاحب شمس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر صلاح الدین صاحب کچھ عرصہ پہلے امریکہ میں عارضہ قلب سے وفات پا گئے۔ بہت ہی مخلص اور فدائی انسان تھے۔ ان کا سارا خاندان ہی دین کی خدمت میں قربانی کرنے والا ہے مگر شمس صاحب نے جو روایتیں قائم کی ہیں وہ تو انٹھ ہیں۔ یہ بچہ صلاح الدین جب پیدا ہوا تھا تو اس کے تھوڑے عرصے بعد یا اس سے پہلے ہی مولوی جلال الدین صاحب شمس غیر ملکوں میں فریضہ تبلیغ کے لئے روانہ ہو چکے تھے۔ انگلستان میں بہت عرصہ رہے جب واپس گئے تو اس بچے کی عمر 11، 12 سال کی تھی اور سٹیشن سے جب مولوی صاحب کو گھرا لایا جا رہا تھا اور ٹانگے میں ان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا تو مولوی صاحب نے کہا کہ صلاح الدین کہاں ہے۔ میرا دل چاہتا ہے میں اپنے بچے کو دیکھوں، اس پر کسی نے کہا کہ مولوی صاحب صلاح الدین آپ کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے، اس کو دیکھیں۔ یہ قربانی کرنے والے احمدی ہیں جن کی اولادیں اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے آگے پھر دین میں جت رہی ہیں۔ پھر آگے انشاء اللہ ان کی اولادیں جتتی رہیں گی۔ تو مولوی منیر الدین صاحب شمس نے مجھے توجہ دلائی کہ اگر کسی کا حق ہے جنازہ غائب کا تو پھر میرے بھائی کا تو بدرجہ اولیٰ حق ہے میں نے اسے تسلیم کیا۔ عام طور پر توجہ کوئی حاضر جنازے آتے ہیں تو ہم دوسرے جنازے ساتھ ملا لیا کرتے ہیں مگر جس رنگ میں مجھے تحریک ہوئی ہے۔ میں نے اس کے پیش نظر یہ فیصلہ کیا ہے کہ آج جمعہ کے بعد اور عصر کے بعد مولوی جلال الدین صاحب شمس مرحوم مغفور کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر صلاح الدین کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھائی جائے گی۔